Vol. 5No.4 2021

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اُردو ناول میں پریم چند کے المیہ کردار: تجزیاتی مطالعہ

THE TRAGIC ROLE OF PREM CHAND IN URDU NOVEL: ANALYTICAL STUDY

ڈاکٹر مہناز خالد

لیکچرار، گورنمنٹ کالج برائے خواتین سول لائنز، جہلم

ڈاکٹر الماس خانم

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر سفیر حیدر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Abstract

The novelist pens down centuries old history of the human society with the help of his strong imagination, staunch observation and his thinking ability. Prem chand too, has covered the cruel and painful life as the subject of his work as he often portrays tragic characters. Besides that, he has mastered the art of characterization both professionally and intellectually. His characters are full of pathos and most of the time he exhibits pain stricken and down trodden characters .In reality Prem chand teaches the art of engulfing the bitter realities spread over the vast canvas of human life using the backdrop of these characters' social, economic and class systems into one single Urdu novel .In fact, Prem Chand, in his novels, describes the social ills through tragedy in a very good way. He is an advocate of philanthropy and social justice. They feel friends and sympathizers of farmers, laborers, untouchables and the poor. Raise your voice against oppression. Whether the oppression is of a landlord, a police warden, a prison warden or a factory owner. He was undoubtedly a great novelist.

Keywords: Prem chand, human society, tragic characters, Urdu novel, vast canvas, social justice, untouchables

" ماہرین کا خیال ہے کہ کوئی ایسی جامع تعریف نہیں کی جاسکتی جو المیہ کی اثر آفرینی کی ساری کیفیتوں کو حصر کر سکتی ہے۔ المیہ کا مطالعہ غائر نظر کا طالب ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں۔ ع سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے۔۔۔ دراصل جملہ فنونِ لطیفہ میں المیہ نگاری کا فن سب سے پے چیدہ ہے۔"(۱) حقیقی زندگی ہو یا کہ افسانوی دنیا، ہر جگہ ایسے کردار موجود ہوتے ہیں جو کہ درد و غم کا لبادہ اوڑھے اپنی زندگی کے دن گنتے ملتے ہیں یہاں سوال یہ ہے کہ کیا دنیا کا ہر کردار المیہ ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے یا کہ المیہ کردار وہی ہوتا ہے جو کہ پوری شدومد سے زندگی کی اسکرین پر یا پردہ فکشن پر ظہور پذیر ہوتا ہے؟ حقیقی زندگی میں وقت کے بے رحم تھپیڑے، ظلم و جبر کے اندھیرے، قدرت کی ستم ظریفیاں، حالات کا جبر اور سماج کا قہر یہ سب مل کر ایک انسان کو المیہ کردار بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اور فکشن کی دنیا میں یہ فکشن نگار کا ہنر ہوتا ہے جو اپنے ارد گرد بسنے والے لاکھوں کے ہجوم میں سے کسی ایک ایسے کردار کا انتخاب کرتا ہے جو کہ انفرادی سطح سے ابھر کر عالمگیر سطح پر المیہ کی علامت بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ افسانہ نگار ہو یا کہ ناول نگار وہ کہانی کی بنت میں اپنے منتخب کردہ کردار کو اس طور سے ابھارتا ہے کہ اس کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی المناک صورتحال قاری کے دل کو پاش پاش کر دیتی ہے اور آنکھوں کو نمناک۔ ناول نگار اپنے جاندار تخیل، قوت مشاہدہ اور فکری قوت کے ذریعے برسوں پر محیط معاشرے کی تاریخ مرتب کرتا ہے۔ وہ سماج کے ان تلخ حقائق کی نقاب کشائی کرتا ہے جس سے ایک عام انسان نظریں چرا کر گزرنے میں ہی عافیت خیال کر رہا ہوتا ہے۔ پریم چند نے بھی ناول میں سخت اذیت ناک اور کربناک زندگی کو سمویا۔ پریم چند کے زیادہ تر کردار المیہ کے حامل ہیں فکری اور فنی لحاظ سے پریم چند کردار نگاری میں مضبوط گرفت رکھتے ہیں۔ ان کے کرداروں میں احساس کی تلخی اور دل کی تڑپ کی جھلک ملتی ہے۔ حقیقت میں پریم چند کرداروں کو ان کے طبقاتی سماجی اور معاشی پس منظر میں پیش کر کے اردو ناول کے ذریعے حقیقت نگاری اور زندگی کی وسعتوں کو سمیٹنے کا سلیقہ پیش کرتے ہیں۔

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اردو ادب میں " ترقی پسند تحریک " علی گڑھ کے بعد دوسری شعوری تحریک ہے جس نے زبان و ادب کو بے شمار خوبیوں سے روشناس کروایا۔ ہندوستان میں اس تحریک کا پودا سجاد ظہیر، ملک راج آنند، مجنوں گورکھپوری، اختر حسین رائے پوری، آل احمد سرور، احتشام حسین اور ڈاکٹر عبدالعلیم نامی جیسے اہم ادیبوں نے ۱۹۳۵ء میں لگایا۔ ہندوستان میں یہ تحریک کیونکر آئی اور اس کا کیا مقصد تھا؟ اس حوالے سے ممتاز شیریں کا اقتباس پیش کیا جاسکتا ہے:

> "وہ ادب جو زندگی کو حقیقی روپ میں پیش کرے، جس میں زندگی کی تفسیر ہی نہیں تنقید بھی ہو اور جس میں زندگی کو بہتر بنانے کی صلاحیت ہو۔" (۲)

ہندوستان کی بدلتی ہوئی سماجی و معاشرتی زندگی اور نئی و پرانی قدروں کے تصادم کا جتنا بھرپور اظہار ناول میں ہو سکتا تھا اور کسی صنف میں ممکن نہیں تھا اس لیے ترقی پسند تحریک نے اردو شاعری اور افسانہ نگاری کے بعد سب سے زیادہ اثر اردو ناول پر ڈالا ہے ترقی پسند تحریک کے ناول نگاروں میں پریم چند کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے ایک درجن سے زیادہ ناول لکھے۔ گو کہ ترقی پسند تحریک ان کی ناول نگاری کے بہت دیر بعد ہندوستان میں منظر عام پر آئی لیکن پریم چند نے ہندوستان کی زندگی کے ہر طبقے پر لکھا ہے۔ انہوں نے محنت کش اور بوڑھے کسانوں کو ناول کا ہیرو بنایا۔ گئودان، میدان عمل، منگل سوتر، بازار حسن اور نرملا میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔۔ ان ناولوں میں ہندوستان کی سرزمین پر بسنے والے لاکھوں کروڑوں المیہ کرداروں کی جھلک ملتی ہے۔ پریم چند ناولوں کے کرداروں کے انتخاب اور ان کی پیشکش میں سخت جنفشانی کے قائل ہیں۔ ارتضیٰ کریم اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

> " انہوں نے ناول نویسی کے لیے کرداروں کے مطالعے اور مشاہدے پر زور دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ کامیاب ناول نگار کو اپنے آس پاس کے انسانوں پر نگاہ رکھنی چاہیے اور ان ہی سے اپنے کردار بھی منتخب کرنے چاہئیں ' اس لیے کہ ایک انسان کی صورت اور سیرت دوسرے سے کبھی نہیں ملتی '۔ کرداروں کے بارے میں یہی مشابہت اور اختلاف، یکسانیت میں تضاد اور تضاد میں یکسانیت دکھانا ناول نگار کا بنیادی فریضہ ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح دوسرے جذبات اور انسانی اوصاف کی بھی مختلف نوعتیں ہیں۔ ہمارا کرداروں کا مطالعہ جتنا واضح اور وسیع ہو گا، اتنی ہی کامیابی سے ہم کرداروں کی مصوری کر سکیں گے "۔(۳)

پریم چند کے ہر ایک ناول کے کردار اپنی تمام تر توانائیوں اور حقیقتوں کے ساتھ صفحہ قرطاس پر نمودار ہوتے ہیں اور قاری کے دل پر گہرے نقوش ثبت کرتے ہیں۔ وہ قاری کے ارد گرد چلنے پھرنے والے زندہ کردار ہیں یہی نہیں بلکہ کہیں کہیں قاری کو ان کرداروں میں اپنی جھلک بھی محسوس ہوتی ہے۔ یہ کردار قاری کو فینٹسی کی غیر حقیقی و جمود زدہ زندگی کے بجائے حقیقی زندگی میں لے جاتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کردار المیہ کردار قرار دیے جاسکتے ہیں جو کہ ٹریجڈی کے بطن سے جنم لیتے ہیں۔ ٹریجڈی اور المیہ کرداروں پر آج بھی ارسطو کی رائے کو مقدم خیال کیا جاتا ہے۔ " ارسطو کے لفظوں میں: ٹریجڈی کے کردار کو خیر کا پیکر ہونا چاہیے (لیکن وابستہ کمال نہیں) مناسب حال ہونا چاہیے۔ جس قسم کی شخصیت کا نمونہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے اس پر صادق اترنا چاہیے اور اسے ثابت قدم اور حق بجانب رہنا چاہیے۔" (۴)

یہ کردار کسی بھی طبقہ، کسی بھی عمر، کسی بھی خطہ اور کسی بھی حیثیت کے ہوسکتے ہیں اسی طرح "عورت اور مرد دونوں جس طرح سماج میں اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہوسکتے ہیں اسی طرح وہ المیہ کے مرکزی کردار بھی بن سکتے ہیں۔" (۵)

" پریم چند نے بارہ ناول تخلیق کیے ہیں، تیرہواں ناول لکھ رہے تھے کہ شدید علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ ان کا ہر ناول تکنیکی، موضوعی، فنی نقطہ نظر سے مدلل بحث کا متقاضی ہے۔" (۶) پریم چند کے ناولوں میں بھی ہر طرح کے کردار پائے جاتے ہیں لیکن بیشتر کرداروں کا تعلق دیہی فضا سے ہے۔ گئودان پریم چند کا شاہکار ناول ہے۔ گئودان کو

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

(Epic of rural India) کہا جاتا ہے۔ گئودان کے کردار حقیقت سے قریب تر ہیں۔ پریم چند کا کمال ہے کہ وہ ہر طرح کے ماحول اور کردار کی نفسیاتی کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ گئودان میں واقعات اور کرداروں کے حوالے سے ٹریجڈی کی تنقید و تنقیص کی گئی ہے۔ دھنیا اور ہوری کے کرداروں کو پیش کرتے ہوئے پریم چند ان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے لگتے ہیں ان کے شریک غم بن جاتے ہیں۔ ہوریؔ اس ناول کا مرکزی کردار ہے اس کردار کے بارے میں صغیر افراہیم لکھتے ہیں کہ:

> ''ناول کا مرکزی کردار ہوریؔ، ان کروڑوں کسانوں میں سے ایک ہے جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور زندگی کی مسرتوں سے دُور، نیلے گگن کی چھاوں تلے، محنت و مشقت کے سہارے اپنا اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں کا بوجھ اٹھانے کی انتھک کوشش کرتے ہیں۔ ماگھ پوس کی کپکپاتی رات اور جیٹھ بیساکھ کی چلچلاتی دھوپ میں کمر توڑ محنت کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اجرت اتنی پاتے ہیں کہ پوری طرح پیٹ کی آگ بجھانا ابھی ان کے لیے ممکن نہیں ہو پاتا۔ دیگر ضروریاتِ شندگی کے پورا کرنے کا سوال تو ان کے ذہنوں میں پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کبھی کسی خواہش نے جنم لیا تو اس کا انجام بڑا حسرتناک ہوتا ہے۔ ساری عمر تلخیاں سمیٹنا اور عمر کی آخری منزل پار کر لینا ان کا مقدر ہوتا ہے۔''(۷)

یہ کردار المیہ کا حامل کردار ہے۔ ہوری بیلاری گاؤں کا ایک مجبور کسان ہے۔ وہ دکھوں کی بھاری چٹان دھکیل دھکیل کر نجات کی چوٹی تک لے جاتا ہے لیکن آسمان سے کوئی نہ کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے اور وہ چٹان پھر لڑھک کر نیچے جا گرتی ہے ہوری کی زندگی ایک طویل دکھ بھری داستان ہے۔ وہ ایک ہی راستے کا مسافر ہے۔ اس راستے کا جس میں ایک طرف توارائے صاحب اور نوکھے رام جیسے زہریلے کانٹے ہیں تو دوسری طرف داتا دین، پٹواری اور جھنگری سنگھ جیسے خونخوار بھیڑیئے، لیکن وہ اس راستے کو اپنا مقدر جانتا ہے۔ ہوری کے کردار کی نمایاں خوبی اس کی معصومیت ہے۔ وہ کبھی چالاکی سے کام نہیں لینا چاہتا۔ اپنے اس وصف کی وجہ سے وہ استحصال کی تلوار تلے اپنی گردن رکھ دیتا ہے۔ ہوری کو سب زیادہ غم اپنے بھائی کے الگ ہونے کا ہے گھر کے بیچ میں دیوار کا ہونا اسے اپنے سینے پر بوجھ کی طرح لگتا ہے۔ ہوری کا خیال ہے کہ گھر میں بٹوارے سے اس کے غم دونے اور خوشیاں آدھی ہو گئی ہیں۔ اس کی زندگی میں خوشیاں نہیں ہیں۔ وہ اپنے بیٹے گوبر کا بیاہ نہیں کر سکتا۔ اپنی بیٹیوں سونا اور روپا کے بیاہ کی فکر اس کو کھائے جاتی ہے ۔ سال میں ایسے دن بہت کم ہوتے ہیں جب وہ اور اس کے گھر والے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ ہوری قرض کے بھاری بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ اسے گائے پالنے کا شوق ہے اور وہ یہ شوق پورا بھی کرتا ہے لیکن اس کا بھائی اس کی خوش بختی سے جل کر گائے کو زہر دے دیتا ہے۔ مسلسل شکست نے اس کے حوصلوں کو پست کر دیا۔ یہ ناول ہوری کے المیہ کردار پر ختم ہوتا ہے۔ پریم چند نے ہوری کے کردار سے سماجی حقیقت نگاری کی روایت کو بہترین صورت میں زندہ کیا ہے۔ بقول قمر رئیس:

> '' پریم چند نے ہوری جیسے ادنیٰ اور عام کسان کو ناول کا ہیرو بنا کر اور اس کے کردار کی مکمل نشوونما دکھا کر ہندوستان کے افسانوی ادب میں ایک نئی روایت کی بنیاد رکھی ہے ۔ اس کا کردار اردو ادب کے عظیم المیہ کرداروں میں سے ایک ہے''(۸)

ہوری رحم کا مستحق کردار ہے۔ اس نے بے رحم مصیبتوں کو جھیلا، زمانے کی سرد گرمی اور موسم کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن آخر کار اسے شکست کا ہی سامنا کرنا پڑا۔ اسے زندگی کا کوئی سکھ نہ ملا۔ اگر اس کے زرد ویران چہرے پر کبھی مسکراہٹ بھی آتی ہے تو جیسے جینے کا محض ایک بہانہ ہے ورنہ کچھ نہیں۔ ڈاکٹر یوسف سرمست کے بقول:

> '' ہوری کی زندگی اور دیہاتی زندگی کا ہر رخ 'گئودان' میں قاری کی زندگی میں سامنے آتا ہے۔ ہوری کی زندگی کے آئینے میں سارے ہندوستانی کسانوں کی زندگی کا عکس نظر آتا ہے اور اس کی زندگی سارے کسانوں کی زندگی کی عکاسی کرتی ہے ۔ ہوری کی گھریلو زندگی، اس کے مختلف مسائل، بیوی بچوں سے تعلقات، بھائی بندوں کی رقابتیں، ان کی محبتیں، نفرتیں

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

،شادی و غم، دکھ درد، آرزوئیں، امنگیں، ان کے تہوار و رسم ورواج، غرض ہوری کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو پریم چند نے پیش نہ کیا ہو" (۹)

ہوری کی زندگی میں کوئی ڈرامائیت اور اچانک پن نہیں، خاموش بہاؤ میں اس کی زندگی بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہوری گئودان کی روح ہے۔ اس کردار کے توسط سے ناول کا آغاز بھی ہوتا ہے اور المناک موت پر اختتام بھی۔ گئودان کا خالق محسوس کرتا ہے کہ ملک میں بسنے والے کروڑوں کسانوں کی زندگیاں ایسے المیوں سے بھری پڑی ہیں جس کی مثال ناول میں ملتی ہے۔ ناول کا اختتام فرد واحد کا المیہ نہیں بلکہ پورے ملک کے دیہی علاقوں میں بسنے والے کروڑوں محنت کشوں کا المیہ ہے۔ پریم چند نے اس عام سے کردار کو بڑی مہارت سے تخلیق کیا ہے۔ سید محمد عصیم کے الفاظ میں:

" ناول کا دائرہ کار اتنا ہی وسیع ہے جتنا کہ خود زندگی کا ناول نگار کا فن زندگی کی وابستگی سے نمو پاتا ہے۔ حقیقت وواقعیت کی بنیاد پر اس کی عظیم وبسیط عمارت استوار ہوتی ہے، ناول نگار زندگی کو اس کی کلیت اور تنوع کے پسِ منظر میں دیکھتا ہے اس دیکھنے کے عمل میں جہاں ایک طرف اس کا مشاہدہ ایک اہم کردار انجام دیتا ہے وہاں اس کی بصیرت، مشاہدے کو تجربے میں اور نظر کو نظریے میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اسی لیے ناول نہ تو محض تاریخ ہے اور نہ محض واقعہ یا چند واقعات کی باز آفرینی وہ تو ایک زندہ عضویت، ایک نامیاتی کل، ایک حیاتیاتی تجربہ ہے، جس میں مصور کی نگاہ، فلسفی کے ذہن، مورخ کے علم اور شاعر کے دل گداختہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ زندگی کا کوئی ایک جزیا محض ایک قاش اس کی نگاہ و دل کا محور نہیں ہوتی بلکہ زندگی اپنے رنگارنگ اسالیب میں اس کے پیشِ نظر ہوتی ہے اور وہ تمام عناصر کو یکساں اہمیت دیتا ہے۔ پریم چند کی عظمت کا راز ان کے اسی زندگی آمیز اور زندگی آموز رویے میں مضمر ہے انہوں نے اپنے لئے دیہات اور اس کے دوزخ میں پروان چڑھنے والے افلاس زدہ، جاہل، معصوم اور اوہام پرست، بدنصیب کسانوں کی زندگی ہی کو مثال نہیں بنایا ہے بلکہ بیسویں صدی کے ربع اول کے اس انسان کے مصائب کا المیہ بیان کیا ہے جو ہندوستان کی کل آبادی کے نوے فی صد نفوس کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہوری ایک نہیں ہے بلکہ وہ لاکھوں نفوس کا مجموعہ ہے۔ وہ اپنی انفرادیت میں ایک فرد بھی ہے اور کروڑوں افراد کا مجموعہ بھی"۔ (۱۰)

پریم چند کے نسوانی کرداروں میں دھنیا کا کردار زندہ جاوید ہے۔ یہ ایک ارتقاء یافتہ عورت کا کردار ہے۔ دھنیا غریب کسان کی بیوی بھی ہے اور ایک ماں بھی ہے۔ وہ ہر جگہ اپنے عورت ہونے کا ثبوت دیتی ہے۔ اپنے شوہر سے کئی باتوں میں الجھ بھی جاتی ہے لیکن اس سے بے شمار پیار بھی کرتی ہے۔ ناول کے اختتام میں دھنیا اپنی پوری شخصیت سمیت بے نقاب ہوتی ہے۔ اسے ہوری جان سے بھی پیارا ہے لیکن وہ اپنی سماجی اور مذہبی رسموں سے بے پناہ نفرت کرتی ہے جو مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ دھنیا اس بات کا پرچار کرتی ہے کہ جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ ہوری نے عمر بھر گائے پالنے کا پرچار کیا۔ جب مر جاتا ہے تو جی کڑا کر کے کہتا ہے۔

"گئودان کروادو" اسی لمحے دھنیا اپنی دن بھر کی کمائی ہوری کے سرد ہاتھوں میں دے کر کہتی ہے "گھر میں نہ گائے ہے نہ بچھیا اور نہ ہی پیسہ، یہی پیسے ہیں اور یہی ان کا گئودان ہے۔" (۱۱)

بنیادی طور پر دھنیا ناول میں ایک ماں کا کردار ہے۔ وہ ہر جگہ دکھیا ماں نظر آتی ہے۔ جب اس کا بیٹا گوبر، بھولا کی بیوہ بیٹی کو بھگالاتا ہے اور اسے گھر چھوڑ کر خود بھاگ جاتا ہے تو دھنیا اس سلسلے میں بہت تکالیف برداشت کرتی ہے اور پورے گاؤں کی دشمنی مول لیتی ہے۔ دھنیا کا کردار اس وقت غمگین نظر آتا ہے جب گوبر اپنی بیوی جھنیا کو لینے آتا ہے اور شہر میں رہنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ ڈاکٹر شمیم نگہت اس کیفیت کو یوں لکھتے ہیں:

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

"گوبر شہر سے آکر جھنیا کو لے جانے لگا تو اس کی آس ٹوٹنے لگتی ہے۔اس نے سوچا کہ اس کے دکھوں کا انت ہو جائے گا لیکن بیٹے کے منہ موڑ لینے سے دھنیا سناٹے میں آجاتی ہے۔وہی دھنیا جو ہر ظلم اور زیادتی کے خلاف سینہ سپر ہو جاتی ہے ،اپنے بیٹے کے وار کو نہیں سہہ سکتی۔وہ ممتا کی اس توہین سے ٹکرے ٹکرے ہو جاتی ہے۔" (۱۲)

دھنیا المیہ نسائی کردار ہے۔وہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والی،اپنے شوہر کی ساتھی اور ایسی ماں ہے جس کی ممتا کا کوئی انت نہیں۔جس کی محبت اور انسانیت نے ہر مظلوم کو ٹھنڈی چھاؤں عطا کی لیکن خود تمام زندگی دکھ اور غم سے جیتی رہی۔

نرملا(۱۹۲۳) ایک سماجی ناول ہے۔اس کی ہیروئن نرملا ہے۔یہ کردار ناول میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔نرملا ایک کمسن اور معصوم لڑکی ہے۔پندرہ سال کی عمر میں ایک بوڑھے شخص طوطارام سے بیاہ دی جاتی ہے۔نرملا شادی کے بعد اپنے شوہر کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور ہنسنے بولنے میں تامل محسوس کرتی ہے۔کیونکہ اب تک وہ اس عمر میں اپنے باپ کو دیکھتی تھی۔جس کے سامنے وہ سر جھکا کر اور بدن چرا کر چلتی ہے۔وہ اپنے شوہر کے لیے محبت کم اور احترام زیادہ محسوس کرتی ہے۔دوسری طرف اس کا شوہر اس کو پانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔یہاں تک کہ علم ازدواج کے مختلف نسخے آزماتا ہے،لیکن نرملا اس کی طرف خاص راغب نہیں ہوتی۔نرملا طوطارام کے بیٹے منسارام سے جو اس کا ہم عمر ہے ہمدردی سے پیش آتی ہے۔طوطارام اس پر حسد کرتا ہے اور اپنے بیٹے کو کہیں دور بھیج دیتا ہے۔اک دن طوطارام بھی نرملا کو لاوارث چھوڑ کر کہیں چلا جاتا ہے۔نرملا کی ایک بیٹی بھی ہوتی ہے۔طوطارام کے جانے کے بعد نرملا انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کرتی ہے،یہاں تک کہ اس کے پاس اس کی بیٹی آشا کے دودھ کے لیے بھی پیسے نہیں ہوتے۔آخر کار موت اس کی زندگی کی ساری پریشانیاں دور کر دیتی ہے۔موت سے پہلے نرملا کے درد و غم کا اظہار اس کی وصیت سے ہوتا ہے جب وہ اپنی بچی کسی کے حوالے کرتے ہوئے کہتی ہے۔

" چاہے کنواری رکھئے گا چاہے زہر دے کر مار ڈالیے گا مگر نااہل کے گلے نہ باندھئے گا" (۱۳)

نرملا کے آخری الفاظ سماجی المیے کو پیش کرتے ہیں۔پریم چند نے نرملا کے کردار کے ذریعے ایک بے لاگ اور بے رحم نقاد کی طرح معاشرتی المیے پیش کیے ہیں۔پریم چند نے نرملا کو ایسے المیہ کردار کے طور پر پیش کیا ہے جو جہالت،تنگ نظری،قدامت پسندی اور توہم پرستی کی بھینٹ چڑھ گئی۔ بقول قمر رئیس:

"نرملا کو ایک دائم مریض بوڑھے وکیل کے ساتھ بیاہ دیا جاتا ہے۔اس کے خوابوں کا رنگ محل مسمار ہو جاتا ہے۔وہ ساری زندگی محرومیوں کی آگ میں جلتی رہتی ہے لیکن کبھی شکوہ زبان پر نہیں لاتی۔" (۱۴)

پریم چند نے نرملا کے طرز عمل و ذہنی کشمکش کو بڑی کامیابی کے ساتھ دکھایا ہے۔پریم چند کا اصل نقطہ نظر یہ ہے کہ بے میل شادیوں کا انجام بڑا ٹریجڈک (Tragedic) ہوتا ہے۔پریم چند کے کرداروں کے بارے میں سید محمد عصیم کہتے ہیں کہ:

" پریم چند کے کردار داستانوں کی طرح کمالات وصفات کا مجموعہ نہیں ہیں۔ان کے کردار نذیر احمد کی طرح محدود طبقہ و مخصوص ذہن کے مثالیہ بھی نہیں،شرر کی طرح تاریخ نما نیم تاریخی بھی نہیں اور سرشار کا صرف خوجی بھی نہیں۔ان کے کرداروں کی تمام تر شخصیت میں آغاز تا اختتام ڈرامائی ارتقا موجود رہتا ہے اور کرداروں کے اسی ڈرامائی ارتقا سے انہوں نے بسا اوقات جمالیاتی کیفیتیں بھی پیدا کی ہیں۔یہ کرداروں کو تحرک اور نمو کی علامت کے طور پر ابھارتے ہیں ان کے کردار صرف زندگی کا ساتھ ہی نہیں دیتے بلکہ بعض مقامات پر زندگی کو تخلیق کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔جن کی وجہ سے قاری زندگی کے ہر موڑ پر ان کی شخصیت کے نت نئے پہلوؤں سے آشنا ہوتا چلا جاتا ہے۔

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

پریم چند اپنے کرداروں سے صرف روشناس ہی نہیں کراتے بلکہ تعارف پیدا کرتے ہیں یعنی وہ اپنے تخلیقی عمل سے کرداروں کی سطح متعین کرتے ہیں اور کرداروں کی متصادم شخصیت ان سطحوں کا انکشاف کرتی ہیں ان کے کرداروں میں انکشاف، تحرک اور ارتقا کی کیفیت بدرجہ اتم نظر آتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کے کرداروں پر اس زندگی کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے جسے ہم ناول کی زندگی کہتے ہیں"۔ (۱۵)

اردو ناولوں کی زندگی کا ایک اہم کردار طوائف ہے۔ اس کردار کو بہت سے ناول نگاروں نے اپنے ناول کے ذریعہ اجاگر کیا ہے اور اس کی زندگی کی المناکیوں کو اس طور منظرِ عام پر لانے کی سعی کی ہے کہ یہ کردار قابلِ نفرت بننے کے بجائے قابلِ رحم نظر آتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ ایک طوائف کی المیہ زندگی ہے جو کہ اسے بازارِ حسن کا حصہ بننے پر مجبور کرتی ہے۔ پریم چند کا ناول "بازار حسن" بھی اسی نوعیت کا ناول ہے۔ یہ ناول سمن کے کردار کے گرد گھومتا ہے۔ سمن متوسط گھرانے کی لڑکی ہے۔ پریم چند نے اس کردار کو فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ سمن عورت کی پستی اور پامالی کے خلاف آواز بلند کرتی ہے۔ ناول نگار نے اس کردار کے ذریعے عورت کی مظلومی اور کسمپرسی کی عکاسی کی ہے جو صدیوں سے اس پر مسلط ہے۔ سمن بازار حسن کی گھناؤنی زندگی سے نفرت کرتی ہے۔ وہ کسی قیمت پر اپنا جسم نہیں بیچتی۔ بلکہ اپنی سریلی آواز اور مدھر گیتوں کی قیمت وصول کرتی ہے اور اپنا پیٹ پالتی ہے۔ بقول یوسف سرمست:

"بازار حسن میں پریم چند ان سارے سماجی، اقتصادی اور نفسیاتی عوامل کا تجزیہ پیش کرتے ہیں جو سمن کے کردار کی تشکیل کرتے ہیں۔ اور اس طرح زندگی کی دونوں تاریخیں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سمن کی شخصی اور سماجی زندگی کو پیش کرتے ہوئے پریم چند نے بتایا ہے کہ کس طرح اقتصادی مجبوریوں کی وجہ سے سمن کی شادی ایک مفلس سن رسیدہ شخص سے ہوتی ہے اور اس طرح مفلسی کی وجہ سے وہ نت نئی الجھنوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔"(۱۶)

بازار حسن ایک مجبور عورت کی المناک داستان ہے۔ جس کو سماج کے بنائے ہوئے فرسودہ نظام اور اس کی ایک لرزش طوائف کہلانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر شہناز شاہین لکھتی ہیں۔

" سمن کا طوائف بن جانا اس کا المیہ نہیں بلکہ ہندوستانی سماج کا المیہ ہے۔ یہ احساس ہندوستانی عورت کی مظلومیت کو ظاہر کرتا ہے جو مرد کے جبر و تحکم، ظلم و ستم کے ہاتھوں اپنی شخصیت کی پامالی، سماجی پستی اور حرماں نصیبی کی زندگی گزارتی آئی ہے"۔(۱۷)

گویا سمن سماجی ناانصافی کی وجہ سے طوائف کے کوٹھے پر پہنچ جاتی ہے۔ جس عزت کی وہ خواہش مند تھی وہ ساری زندگی اسے نہ مل سکی۔ سمن خاندانی طوائف نہیں تھی بلکہ ایک شریف بیاہتا عورت تھی لیکن جب اس کا شوہر اسے گھر سے نکال دیتا ہے تو وہ اس گردش میں طوائف کے کوٹھے تک جا پہنچتی ہے لیکن آخر میں وہ اپنی اس زندگی کو ترک کر کے طوائفوں کی لڑکیوں کی اصلاح کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتی ہے۔ پریم چند اس کردار کے ذریعے اصل میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ طوائف بننا عورت کی فطرت نہیں ہے۔ سماج ہی ایک عورت کو جو بیٹی، بہن اور ماں بننے کے لئے پیدا ہوئی ہے طوائف بنا دیتا ہے اور سماج میں ہی وہ لوگ جو شرافت کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں شریف عورتوں کے طوائف بننے کے ذمہ دار ہیں۔ اُس عہد کے ہندو سماج میں عورت کا کردار انتہائی کسمپرسی کا شکار تھا۔ انھیں معاشرے میں نیچ سمجھا جاتا تھا۔ خاص طور پر بیوہ عورتوں کو نحوست کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ سہاگنوں کو ان کے سائے سے بچایا جاتا تھا۔ پریم چند کے پیش نظر ہندو معاشرے کی اصلاح تھی لیکن آہستہ آہستہ ان کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اور وہ ہندو معاشرے کی اصلاح کا موضوع اختیار کرتے چلے گئے۔ اس ضمن میں ان کا ناول "بیوہ" بھی خاص اہمیت کا حامل ناول ہے۔ اس کے بیشتر کردار المیہ کردار قرار دیے جاسکتے ہیں۔ ان کے بارے میں شکیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

> "بیوہ" میں قدیم اور جدید قدروں کے تصادم کے پس منظر میں کرداروں کے جذبات کے تصادم کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پلاٹ کی بنیادی خصوصیت جذبوں کا تصادم ہے، مذہب، رسم و رواج، معیشت اور معاشرہ سب پس منظر میں ہیں اور پس منظر ہی کو سب کچھ سمجھ لینا ادبی تنقید کا کام نہیں ہے۔ امرت رائے، پریم چند کا 'آئیڈیل' کردار ہے جو 'ٹائپ' بن گیا ہے، اس کا ذہن مطالعے کا مستحق ہے، اس ذہن میں المناک واقعات ہیں (بیوی اور بچے کی موت) قدروں کا تصادم ہے۔ گہری سنجیدگی ہے، یہ کردار 'ٹائپ' ہونے کے باوجود اکثر اپنے جذبات سے پہچانا جاتا ہے، جذبات اس پر غالب نہیں ہوتے، پریما کی نفسیاتی کشمکش بھی توجہ طلب بنتی ہے، عورت کے روپ میں کئی خصوصیات کے ساتھ ابھرتی ہے۔ بیوہ ہے لیکن دیوی نہیں رہتی، المیہ کردار بن جاتی ہے۔ شوہر کی موت کے بعد اندرونی ویرانی کا احساس دلاتی ہے، کملا پرشاد کی باتیں سن کر اس کی بے قراری توجہ چاہتی ہے"۔(۱۸)

پریم چند کا کمال یہی ہے کہ انھوں نے اپنے ناول کے ہر کردار کو گمنامی کے پردوں سے نکال کر زندگی کے کینوس پر کچھ اس طرح اتارا ہے کہ اس کردار کے تمام تر رنگ نہ صرف یکجان ہو کر ایک سماج میں تصویر بھرتے ہیں بلکہ انفرادی سطح پر بھی ہر رنگ اپنی جداگانہ دلکشی رکھتا ہے۔ ناول کے کرداروں کے بارے میں پریم چند نے اپنے مضامین میں بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اپنے مضمون "ناول کا فن" میں لکھتے ہیں:

> "میں ناول کو انسانی کردار کی مصوری سمجھتا ہوں۔ انسان کے کردار پر روشنی ڈالنا اور اس کے اسرار کو کھولنا ہی اس کا مقصد ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ کردار کو پت ؑکسس اور مثالی بنانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ بالکل معصوم ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ انسان میں بھی کچھ نہ کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں، کردار کو دلکش بنانے کے لیے اس کی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ یہی کمزوریاں اس کردار کو انسان بنا دیتی ہیں، ایسا کردار جو سراپا معصومیت ہو فرشتہ ہو جائے گا اور ہم اسے سمجھ ہی نہ سکیں گے۔ اس نوع کے کردار ہمیں کسی طرح متاثر نہیں کر سکتے۔ ہمارے قدیم ادب پر آدرش کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔۔۔ ادیب کا کام سرف قارئین کا دل بہلانا نہیں ہے۔ یہ تو نقالوں، مداریوں اور مسخروں کا کام ہے۔ ادیب کا منصب اس سے کہیں بلند ہے۔ وہ ہمارے راستہ کار ہنما ہوتا ہے۔ وہ ہماری انسانیت کو بیدار کرتا ہے۔" (۱۹)

پریم چند ان اولین لکھاریوں میں سے ہیں جنہوں نے ہندو سماج میں ستی کا شکار ہونے والی اور سماج کی بھینٹ چڑھ جانے والی بے زبان گائے جیسی عورت کو اپنے ناولوں میں جگہ دی۔ اس کی زندگی کی تلخ حقیقتوں سے پردہ اٹھایا، اس کی محرومیوں کو صفحہ قرطاس کی زینت بنایا اور ہندوستانی سماج کو یہ باور کروانے کی سعی کی کہ عورت بھی ایک جیتا جاگتا کردار ہے، اس کے سینے میں ایک دھڑکتا ہوا دل ہے جس میں جذبات کا ایک طلاطم موجزن رہتا ہے، اس کی گھٹی گھٹی سسکیوں کے پیچھے مسکراہٹیں سسکتی ہیں، اس کی نمناک آنکھوں میں بھی خواب ہیں اور ان سب سے بڑھ کر وہ ایک عزت دار انسان ہے، جو اپنی عزتِ نفس مجروح ہونے پر تڑپتی ہے جو سماج میں ایک باعزت فرد کے طور پر جینا چاہتی ہے لیکن ظالم سماج اس کی عزت کی ردا کو بھی تار تار کر دینے پر تلا رہتا ہے۔ پریم چند کے ناول" میدانِ عمل" کا کردار منی بھی ایک ایسی ہی عورت ہے جس کی عزت کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں اور وہ اپنی عزت کے لٹنے کو اپنی موت خیال کرتی ہے۔ سید محمد عصیم اس کردار کی بابت لکھتے ہیں:

> "منی کا کردار 'میدانِ عمل' کا سب سے بلند انسانی فطرت سے قریب اور مکمل کردار ہے اس کردار کے ذریعہ پریم چند نے ہندوستانی عورت کی زندگی کے کئی اہم پہلو پیش کئے ہیں۔ منی سب سے پہلے ایک باوفا بیوی کی شکل میں رونما ہوتی ہے حالانکہ شوہر کے ساتھ منی کے خوشگوار تعلقات کے لمحے ہمارے سامنے نہیں آتے پھر بھی عصمت ریزی

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

کے بعد کے خیالات اور عمل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو عورت اپنے پتی ورتا دھرم میں کتنے ایثار اور پاکیزگی کی حامل ہوتی ہے بیوی کی شکل میں وہ اپنی عصمت کو بہت اہمیت دیتی ہے عصمت لٹ' جانے کے بعد ایک عورت سماج اور اپنی نظروں میں گر جاتی ہے اس لیے گورے سپاہیوں کی درندگی کا شکار ہونے کے بعد وہ شوہر کی خواہش کو اپنے دل سے نکال دیتی ہے جو اس کی باوفا ہندو بیوی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ منی کی زندگی میں اس کی آبرو کی بہت اہمیت تھی وہ سماج میں عزت سے جینا چاہتی ہے اور بے عزت زندگی سے موت کو بہتر سمجھتی ہے اس کے خیال میں عصمت لٹ' جانے کے بعد عورت کو سماج میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا اور نہ ہی سماج اس کو وہ عزت دے سکتا ہے جو اسے زندگی گزارنے کے لیے چاہیے۔" (۲۰)

عزت کا لٹ' جانا ہی منی کے کردار کو المیہ کردار بنانے کے لیے کافی ہے وہ عورت جو دنیا جہان کے مصائب جھیلنے کے باوجود زندگی گزارنے کا حوصلہ رکھتی تھی وہ عصمت لٹ' جونے کے بعد نہ صرف عزت سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے بلکہ جینے کی خواہش سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہے، اس مقام پر بھی پریم چند نے منی کے المیے کو دنیا کی ہر اس عورت کا المیہ بنا کر پیش کیا ہے جس کی عزت درندگی کی بھینٹ چڑھ گئی ہو۔

پریم چند کے ناولوں میں صرف عورت ہی مظلوم اور المیہ کردار نہیں ہے بلکہ مرد بھی کارزارِ حیات میں جن المناک صورتوں سے دوچار ہوتا ہے پریم چند نے اسے بھی اپنے ناولوں میں مرکزی جگہ دی ہے۔ ان میں سے ایک اہم المیہ کردار سورداس کا کردار ہے۔ جو کی زمین دارانہ نظام کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہونے کے صرف خواب ہی نہیں دیکھتا بلکہ انہیں عملی جامہ پہنانے کی سعی میں جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ یہ کردار بھی انفرادی نوعیت کا کردار نہیں ہے بلکہ ان تمام کرداروں کا نمائندہ ہے جو کہ استحصالی نظام کے خلاف سربر آوردہ تھے۔ اس کردار اور اس کردار کے پس پردہ صورتحال کی نشاندہی کرتے ہوئے صغیر افراہیم لکھتے ہیں:

" سورداس ایک آدرش وادی کردار ہے۔ یہ نمائندگی کرتا ہے ان بھولے بھالے انسانوں کی جو کمر توڑ محنت اور بے لوث خدمت کرتے ہیں۔ روایتوں پر جان دیتے ہیں اور مصیبتوں پر مسکراتے ہیں۔ پریم چند نے اس کردار کے سہارے عہدِ غلامی کے اُس متلاطم دور کا خاکہ پیش کیا ہے جہاں ایک طرف ملک میں جاگیر دارانہ نظام شکست و ریخت سے دوچار تھا اور سرمایہ دارانہ نظام محنت کش طبقے پر اپنے خونی پنجوں کو جمانے کی فکر میں مبتلا تھا تو دوسری طرف محنت کشوں میں بیداری احساس بھی بیدار ہو چلا تھا۔ ان کی منتشر قوت ایک نئی طاقت اور نئی تنظیم کے ساتھ اُبھر رہی تھی۔ مزدور و کسان ستیہ گرہ کی پُر امن لڑائی سے آشنا ہو چکے تھے۔ ان میں حکمرانوں، زمین داروں اور سیٹھ ساہوکاروں کے مظالم کا مقابلہ کرنے کی جرات پیدا ہو رہی تھی۔" (۲۱)

لیکن یہ جرات بے قیمت نہ تھی، اس کی بیش بہا قیمت تھی، اور یہ قیمت تھی ایک معصوم بھولے بھالے محنت کرنے کے باوجود دو وقت کی روٹی سے محروم رہ جانے والے کسان کی المناک موت، اس کردار کو المیہ بننے کے لیے سینکڑوں مصائب جھیلنا پڑتے ہیں، موسم کی سرد گرمی، بھوکا اور ننگا پیٹ، گھر والی کی سوٗنی کلائیاں اور آنکھوں میں ہر لمحہ موٹے موٹے تیرتے آنسو اور بھوک سے بلکتے بچے، ان سب کی خاطر گولیوں سے چھلنی سینے سے رِستے ارزاں خون کے ساتھ خاک نشین ہونا اس کا مقدر تھا۔ یہ ایک فردِ واحد کا مقدر نہ تھا بلکہ ہندوستان کے سماج کے ہر بھوکے ننگے، افلاس زدہ اس کاسان کا مقدر تھا جو سامراج کے خلاف اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر رہا تھا۔

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

دراصل پریم چند اپنے ناولوں میں المیہ کرداروں کے ذریعے سماجی خرابیوں کو نہایت احسن طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں انسان دوستی اور سماجی انصاف کی ترجمانی ہے۔ وہ کسانوں، مزدوروں، اچھوتوں اور غریبوں کے دوست اور ہمدرد محسوس ہوتے ہیں۔ ظلم کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔ خواہ ظلم زمیندار کا ہو، پولیس کے داروغہ کا، جیل کے نگران کا یا کارخانے کے مالک کا۔ وہ بلاشبہ ایک عظیم ناول نگار تھے۔ اور اپنے کرداروں کے ذریعے سماجی اونچ نیچ اور طبقاتی کشمکش کو بڑے المیاتی انداز میں پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ غریبوں کی حالت دیکھ کر کڑھتے ہیں۔ سرمایہ دار اور جاگیر دار غریبوں کا خون چوس رہے ہیں۔ ان کے کارخانے اور فیکٹریاں غریب چلاتے ہیں لیکن ان غریبوں کو معاوضہ برائے نام ملتا ہے۔ پریم چند نے اس طرز کے خلاف آواز بلند کی۔ انہوں نے ہندوستانی مسائل کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ پریم چند نے کئی ناول لکھے۔ فنی اعتبار سے پریم چند کے ابتدائی ناولوں میں فن کی پختگی نہیں لیکن بعد میں وقت کے ساتھ ساتھ انہوں نے اصلاح معاشرہ کی طرف توجہ دی اور ہندو معاشرے میں کئی رنگ کے کردار تخلیق کر کے مسائل کی بڑی قابل رحم تصویر پیش کی۔ قمر رئیس، پریم چند کی کردار نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> "ان کے کمال فن کا اصل راز یہی تھا کہ انہوں نے اپنے عہد کی روح کو، اپنی قوم کے دھڑکتے دل کو اور ایک آزاد اور خوش حال سماج کے لئے ہندوستانی عوام کی آرزوؤں اور ان کے ایثار و عمل کو تخلیقی حسن کے ساتھ اپنے افسانوں میں سمو لیا تھا۔ ایک درد مند دل رکھنے والے انسان اور ایک وطن پرست ادیب کی حیثیت سے انہوں نے اپنے وجود کو افلاس، محرومیوں اور دکھوں کے مارے ہوئے ہندوستان کے محنت کش انسانوں کی زندگی اور ان کے مقدر طور پر ہم آہنگ کر لیا تھا۔ انھوں نے اپنے قارئین کو دور سے یا بلندی سے آواز نہیں دی بلکہ ان کے پاس آ کر ان میں رہ کر، ان کے دلوں میں جھانک کر ان کا اعتماد حاصل کیا۔ ان کے مسائل پر ان ہی کی زبان اور لہجہ میں گفتگو کی"۔ (۲۲)

پریم چند نے جو المیہ کردار تخلیق کیے وہ ہندوستان کی دھرتی پر پروان چڑھنے والے کردار تھے، وہ قاری کے ارد گرد گھومنے پھرنے، رہنے، بسنے والے کردار تھے، وہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے ترستے ہوئے کردار تھے، زندگی کی بنیادی جرورتوں سے محروم کردار تھے، وہ معاشرہ کے ستم زدہ، انسانوں کے ڈسے ہوئے کردار تھے، ان کرداروں کی ایک ایک حرکت المناک صورتحال کی آئینہ دار، ان کا ایک ایک لفظ المناک صورتحال سے جنم لینے والا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد سمیع اللہ، المیہ نگاری فن اور فنکار، دہلی، عفیف پرنٹرس، ۱۹۹۵، ص ۱۱
۲۔ ممتاز شیریں، معیار۔ لاہور، نیا ادارہ، ۱۹۶۳، ص ۲۱
۳۔ ارتضیٰ کریم، مابعد جدیدیت اور پریم چند، دہلی، کتابی دنیا، ۲۰۰۷، ص ۲۰، ۲۱
۴۔ محمد سمیع اللہ، المیہ نگاری فن اور فنکار، ص ۳۸
۵۔ ایضاً، ص ۴۲
۶۔ صغیر افراہیم، پریم چند کی تخلیقات کا معروضی مطالعہ، نئی دہلی، براون بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۷، ص ۴۹۔

Vol. 5No.4 2021
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

۷۔ ایضاً، ص ۶۵
۸۔ قمر رئیس، پریم چند کا تنقیدی مطالعہ بحیثیت ناول نگار، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۴، ص ۳۰۵۔
۹۔ یوسف سرمست، ڈاکٹر، بیسویں صدی میں اردو ناول، دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۵، ص ۲۳۴
۱۰۔ سید محمد عصیم، پریم چند کا فنی و فکری مطالعہ، دہلی، سپر پرنٹرز، ۱۹۸۴، ص ۱۱
۱۱۔ پریم چند، منشی (س۔ن) گئودان، نئی دہلی، دریا گنج پبلشر، س،ن ص ۴۳۱
۱۲۔ شمیم نکہت، ڈاکٹر، تاثرات، دہلی ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۵ء، ص ۷۶
۱۳۔ پریم چند، منشی، مجموعہ منشی پریم چند، لاہور، سنگ میل پبلشر، ۲۰۰۳، ص ۲۳۱
۱۴۔ قمر رئیس، پریم چند کا تنقیدی مطالعہ بحیثیت ناول نگار، ص ۱۹۹
۱۵۔ سید محمد عصیم، پریم چند کا فنی و فکری مطالعہ، ص ۶۲
۱۶۔ یوسف سرمست، ڈاکٹر، بیسویں صدی میں اردو ناول، ص ۱۹۴
۱۷۔ شہناز شاہین، ڈاکٹر، اردو ناولوں اور افسانوں پر یورپی فکشن کے اثرات، دہلی جے۔کے آفیسینٹ پریس، ۲۰۰۱، ص ۲۲۲
۱۸۔ شکیل الرحمٰن، "فکشن کے فنکار: پریم چند" مشمولہ، پنچند۔کام، بتاریخ ۱۷۔جولائی ۲۰۲۱،
۱۹۔ عتیق احمد، مرتبہ، مضامین پریم چند، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۱، ص ۲۰۹، ۲۰۱۲
۲۰۔ سید محمد عصیم، پریم چند کا فنی و فکری مطالعہ، ص ۶۴
۲۱۔ صغیر افراہیم، پریم چند کی تخلیقات کا معروضی مطالعہ، ص ۸۳
۲۲۔ قمر رئیس، پریم چند کے نمائندہ افسانے، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۶ ، ص ۶۔۷